© rasailojaraid.com

تعزیراتِ اسلام

مولانا برق التوحیدی

اسلام کا قانون قصاص

قسط (۹)

قولہ: قاضی صاحب موصوف نے دفعہ ۶ ش ۱۲ میں لکھا ہے کہ "مرد اور عورت کے درمیان نفس سے کم میں قصاص جاری نہ ہوگا۔" (ترجمان القرآن جلد ۹۰ ع ۴ ص ۲۱)

اقول: اس مسئلہ میں احناف اور مالکیہ و شوافع کے درمیان اختلاف ہے اور اس اختلاف کی اصل بنیاد اس بات پر ہے کہ کیا عورت اور مرد کے اعضاء میں مماثلت ہے یا نہیں؟ احناف کے نزدیک یہ مماثلت مفقود ہے جب کہ جمہور کے نزدیک مماثلت و مساوات موجود ہے۔ احناف اپنے موقف کی تائید میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ چونکہ مرد و زن کے اعضاء کی دیت میں فرق ہے لہٰذا مساوات نہ رہی۔ اب ہم دیکھنا یہ چاہتے ہیں کہ کونسا موقف صحیح اور قرین شریعت ہے لیکن تفصیل سے قبل یہ بات ذہن نشین رہے کہ احناف بھی مرد و زن میں بحیثیت نفس مساوات تسلیم کرتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ جب مرد و زن باعتبار نفس آپس میں مساوات رکھتے ہیں تو اعضاء جو کہ نفس کے تابع ہیں ان میں مساوات نہ ہو۔ لیکن مرد و عورت کے اعضاء میں عدم مماثلت کو ناقص و تام اعضاء پر قیاس کرنا یقیناً غلط مبحث ہی نہیں بلکہ علم و آگہی سے ناآشنائی کا نتیجہ ہے کیونکہ یہاں تو عدم مماثلت مبنی بر جنس ہے جب کہ وہاں جنس کے اعتبار سے قطع نظر صفات ظاہریہ کو معتبر سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ جو مماثلت معتبر ہے وہ ظاہری ہے اسی وجہ سے یمنی، یسری اور ناقص و کامل کا فرق کیا جاتا ہے اور دوسری عدم مماثلت دین کی بنا پر ہو سکتی ہے۔

قولہ: قصاص لیتے وقت تمام ورثاء کا موجود ہونا ضروری ہے کیونکہ ہو سکتا ہے جو ولی غائب ہو وہ معاف کر دے۔ (دفعہ ۵ ش ۴)

اقول: لیکن جب موصوف کو یہ تسلیم ہے کہ ایک وارث باقی ورثاء کی طرف سے باجازت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قصاص لے سکتا ہے تو پھر حاضری کا وجوب چہ معنی؟ اسی طرح جب نابالغ کے بلوغ کا انتظار شرط نہیں تو یہ انتظار کیوں؟ جب کہ وہاں بھی ممکن ہے کہ بالغ بعد از بلوغت اُسے معاف کر دے یا دیت اخذ کرلے بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ ولی نابالغ کو حق عفو سے محروم کیا جانا بھی تسلیم ہو۔

آلہ قصاص

اس بات میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ کیا قصاص بالمثل ضروری ہے یا نہیں ؟ — احناف کے نزدیک قصاص صرف تلوار ہی سے لیا جا سکتا ہے جب کہ باقی جمہور علماء کا مسلک ہے کہ جس طرح قاتل نے قتل کیا ہو اُسی طرح قتل کرنا چاہیے الا یہ کہ کوئی شرعی مانع موجود ہو۔ قاضی موصوف نے امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کو ترجیح دیتے ہوئے جمہور کے دلائل کے متعلق فرمایا ہے کہ "ان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به" جیسی آیات سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ تعدی اور زیادتی منع ہے حالانکہ یہاں تعدی صوری و معنوی مراد ہے تبھی تو موصوف کے آئندہ معارضہ کا جواز ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ قرطبی نے " فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ" کے عموم کو متفق علیہ کہا ہے علامہ جزیری مماثلت کے اس عمومی مفہوم کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

"يشترط ان تراعى المماثلة فى طريق القتل وتراعى فى الكيفية والمقدار ففى التجويع يحبس مثل تلك المدة ويمنع عنه من الطعام فى الالقاء فى الماء او النار يلقى فى ماء ونار" (فقہ علی المذاہب ج ۵ ص ۳۰۰)

اس کے علاوہ انہی دو آیات کے تحت خود شوافع و احناف کا دعویٰ ہے کہ ایسی چیزیں جن کا وزن وغیرہ نہ ہو سکے اُن میں مماثلت ضروری ہے۔ چنانچہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

"فقال الشافعى وابو حنيفه واصحابهما وجماعة من العلماء عليه فى ذلك المثل ولا يعدل الى القيمة الا عند عدم المثل. لقوله تعالىٰ فمن اعتدىٰ عليكم وقوله تعالىٰ وان عاقبتم فعاقبوا قالوا وهذا عموم فى جميع الاشياء كلها ...... لاخلاف بين العلماء ان هذه الاية اصل فى المماثلة فى القصاص فمن قتل بشئى قتل بمثل ما قتل به وهو قول الجمهور" (تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۳۵۸)

یعنی اس آیت کے عموم تماثل میں کسی کو اختلاف نہیں اور جمہور کا بھی اس آیت کی بنیاد پر یہی مسلک ہے کہ قتل میں مماثلت ہونی چاہیے لیکن افسوس کہ اعضاء و جوارح اور دیگر تعزیری معمولات میں مماثلت کو بنیاد بنانے والے یہاں پر کیوں کلیۃً تماثل سے فرار اختیار کرتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنا بریں میں اس مقام پر اس حقیقت کا واشگاف الفاظ میں اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ میرے مطالعہ و مشاہدہ یا معلومات کی حد تک یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچی ہے کہ حضرات احناف ایک طرف جہاں باب الحیل کا سہارا لے کر مذہبی دنیا میں عیش و عشرت کے طالب ہیں وہاں انہیں اس بات میں بھی جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ اگر انہیں کسی مقام پر حدیث کے برعکس اپنے مسالک کو کھٹیس پہنچتی نظر آئے تو وہ حدیث کو ضرور ترک کر دیں گے۔ اس ضمن میں خواہ اُن کے اپنے اُصول بھی نظر انداز ہو جائیں۔ یعنی آپ دیکھیں کہ بہر طور انہیں جمہور کی مخالفت مقصود ہے قطع نظر اس سے کہ قرآن و حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے یا نہیں؟ ان کے اصول انہیں اجازت دیتے ہیں یا نہیں؟ جیسا کہ آپ اس موقع پر دیکھ رہے ہیں در اصل یہ تمام فتنہ تقلید ہی کی شر انگیزیاں ہیں، اعاذنا اللہ منہ

احادیث

ان آیات کے علاوہ بہت سی احادیث بھی مسلک جمہور کی مؤید ہیں۔ مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں میں رکھ کر پھسل دیا جس کی وجہ سے وہ قتل ہو گئی تو نبی علیہ الصلوٰۃ نے بھی اس سے ایسے ہی قصاص لیا (منتقی)

علامہ شوکانی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

"وفیہ ایضاً دلیل علی انہ یجوز القود بمثل ما قتل بہ المقتول والیہ ذھب الجمھور ویؤید ذلک قولہ تعالیٰ وان عاقبتم وقولہ تعالیٰ فاعتدوا علیہ وقولہ تعالیٰ وجزاؤ سیئۃ سیئۃ مثلھا

(نیل الاوطار ج ۷ ص ۱۹)

اسی طرح قبیلہ عکل کے افراد کو بھی نبی علیہ السلام کا قصاص مثل میں قتل کرنا جمہور کی تائید کرتا ہے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "من حرق حرقناہ ومن غرق غرقناہ" (بیہقی) یہ حدیث اسنادی لحاظ سے محل نظر ہونے کے ساتھ اس کا پہلا حصہ اگرچہ موانع شرعیہ میں آسکتا ہے لیکن یہ بھی محل نظر ہے جیسا کہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

لا یعذب بالنار الا رب النار صحیح اذا لم یحرق فان حرق حرق یدل علیہ عموم القرآن قال الشافعی ان طرحہ فی النار عمداً طرح فی النار حتی یموت" (تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۳۵۸)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی قصاص نہیں بلکہ عمومی انتقام و سزا کے طور پر یہ مانع معتبر ہوگا چنانچہ موصوف ہی ابن ماجشون کے جواب میں فرماتے ہیں:

"وذھب الجمہور الی انہ یقتل بذلک لعموم الاٰیۃ" (الفیا ج ۲ ص ۳۵۸)

یعنی آگ اور زہر کے قصاص میں قاتل کو ویسے ہی قتل کرنا جمہور کا مسلک ہے۔ بہر حال دوسرے جز سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ قصاص بالمثل جائز ہے۔ لیکن ان الفاظ کے متعلق یہ کہنا کسی طرح بھی درست نہیں کہ غرق کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف کی ہے۔ یہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ محض عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے کہ واضح الفاظ "جمع متکلم" کے ہیں واحد متکلم کا صیغہ نہیں۔ اس فرق کا علم اگر فاضل مضمون نگار کو نہ ہو تو کم از کم صرف کی ابتدائی کتب پڑھنی چاہییں کہ "اطلبوا العلم من المھد الی اللحد" کے تحت اس میں شرم و حیا کا کوئی واسطہ نہیں۔ مزید تعجب کی بات یہ ہے کہ احناف اسی حدیث کو وجوب قصاص کی دلیل بناتے ہیں لیکن استیفائے قتل قصاص میں اس پر عمل نہیں کرتے۔ علامہ جزیری فرماتے ہیں:

"قد استدل احناف بھذا الحدیث فی وجوب القصاص ولم یعملوا بہ فی الاستیفاء" (الفقہ علی المذاہب ج ۵ ص ۳۰۸)

بہر حال متعدد ایسے مقامات بطور استشہاد پیش کیے جا سکتے ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع متکلم کے صیغے کے ساتھ اپنی نسبت کی وساطت عام مسلمانوں کو مخاطب فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ امت مسلمہ کے نزدیک یہ بات ایسے ہے تو جس بات کو نبی علیہ السلام امتِ مسلمہ کا اصول قرار دیں وہ تو قاعدہ کلیہ نہ ہو؟ اور جسے موصوف کا ضمیر تقلیدی قرائن سے ترجیح دے وہ قاعدہ مطردہ؟ تو فرمائیے کیا یہی "فلا وربک" "فلیحذر" "من یشاقق الرسول" "ان تنازعتم" اور "اطیعوا" جیسے سینکڑوں فرامین الٰہیہ کا منشاء و مراد اور تقاضا ہے

؎ جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

قود کا تحقق

قاضی صاحب موصوف نے اپنی تحریر دلپذیر میں احناف کی تائید میں حدیث "لا قود الا بالسیف" کو پیش فرمایا ہے کہ اس میں قصاص صرف تلوار ہی سے کہا گیا ہے لیکن ہمیں افسوس ہے کہ لفظ "سیف" کی تخصیص و تقیید کو موصوف نے خود یوں ختم کر دیا ہے کہ "یہاں سیف سے مراد "سلاح" ہے یعنی ہر وہ آہنی آلہ جو تلوار کی طرح چیر پھاڑ کر ٹکڑے کر سکتا ہو۔" اس عموم سے معلوم ہوا کہ تلوار کے علاوہ "سوا" جیسے آہنی آلہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے قصاص لیا جا سکتا ہے"۔ (ص ۱۱)

حالانکہ یہ اصول بھی احناف کے خلاف ہے لیکن ہم موصوف سے یہ سوال کرنے میں مجاز ہیں کہ سیف سے "سلاح" کا معنیٰ اور پھر اطلاق و عموم کس آیت یا حدیث کی بنا پر ہے اور اگر یہ آپ کو بھی تسلیم ہے تو جمہور کے نزدیک بھی تو یہی چیز ہے۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

موصوف کی وسعتِ نظر

حدیث "لا قود الا بالسیف" ابن ماجہ ص ۱۹۶ پر دو سندوں سے مذکور ہے لیکن دونوں اسناد میں جابر اور مبارک بن فضالہ راوی ضعیف و مدلس ہیں۔ لیکن اس سے قطع نظر موصوف کے مبلغِ علم اور وسعتِ نظر کا اندازہ اس سے لگائیے کہ غیر شعوری طور پر وہ قود کے تحقق کو تلوار یا اس کے مثل آہنی آلہ سے خاص کر رہے ہیں حالانکہ یہ بات اُن کے بیان کردہ اصول کے خلاف ہی نہیں بلکہ علمِ لغت سے معمولی دلچسپی رکھنے والا مبتدی بھی جانتا ہے کہ قود کا تحقق اس تقیید کے علاوہ بھی ممکن ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے

"اقاد عمرؓ من ضربة الدرة" اور حضرت علی کے متعلق ہے اقاد علی ابن ابی طالب من ثلاثة اسواط" (تفسیر قرطبی ص ۲۵۶ ج ۶)

تو کیا حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما نے کوڑے کے بدلے تلوار سے بدلہ لیا تھا؟ بلکہ قود کا اطلاق اس وقت بھی درست ہوتا ہے جب کہ تلوار کے بغیر کسی اور آلہ سے قصاص لیا جائے۔

دراصل معلوم یوں ہوتا ہے کہ موصوف کو اس کے لغوی و اصطلاحی معنی میں مغالطہ ہوا ہے کیونکہ ویسے تو قود قصاص کو کہتے ہیں۔ لیکن مذکورہ حدیث میں اس کا محل دو وجہ سے ممکن ہے۔ اوّل یہ کہ اس وقت آخر قتل بالسیف تھا تو بالمثل بھی ویسے ہی ہونا تھا۔ چنانچہ آپ نے اغلب پہ محمول کرتے ہوئے یہ فرمایا: دوم قود اور سیف میں معنیٰ کا توسع ہو سکتا ہے جیسا کہ خود موصوف بھی تسلیم کرتے ہیں۔

دوسری غلط فہمی

علمِ لغت میں عدم دسترس کے باعث موصوف کو دوسری غلط فہمی یہ ہوئی کہ انہوں نے سلاح کے ضمن میں تلوار کے تشابہ کو ضروری خیال کیا ہے۔ حالانکہ جب سیف کے معنی "ما یضرب بہ" میں خود اتنی وسعت ہے تو سلاح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں تو بالا ولی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ ازہری کی تقیید کے باوجود علامہ زبیدی نے استشہاداً شعر پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ سلاح کا اطلاق عصا یعنی لاٹھی پر ہوتا ہے۔

ولست بعرفة عرك سلاحی عصا مثقوبة تقمص الحمارا

غرضیکہ قصاص میں مماثلت جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے الا یہ کہ کوئی شرعی مانع

عود الی المقصود

موجود ہو امام ابن العربی فرماتے ہیں۔

"والصحیح من اقوال علمائنا ان المماثلۃ واجبۃ" (قرطبی ۳۵۸ج۲)

امام قرطبی احناف کے دلائل پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"والصحیح ما ذھب الیہ الجمھور" (ایضاً ۳۵۹ج۲)

ائمہ کا عمل

یہ تو آپ معلوم کر چکے ہیں کہ قرآن وسنت کے مطابق جمہور۔ کا جو عمل ہے اس کے برعکس احناف کا مذہب کن دلائل پر کتنا قوی ہے! لیکن ہم آپ کو بتانا چاہتے ہیں کہ احناف بعض اوقات بعض جزوی مسائل میں اس بات پر بہت زور دیتے ہیں کہ فلاں فلاں تابعی نے یوں کہا لہٰذا ایسے کیوں ممکن نہیں؟ ہمارے لیے یہ بات اس وجہ سے اگرچہ کوئی اہمیت نہیں رکھتی کہ ہم کسی کے مقلد نہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ کائنات میں گزرے ہوئے۔ آنے والے اور موجود انسانوں کی آراء اگر کسی مسئلہ پر متفق ہو جائیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اُن کے متفقہ فتووں کے خلاف ہو تو ہمارے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہی قابلِ اطاعت، مشعل راہ اور باعث نجات ہوگا اور "ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا" کا تقاضا بھی یہی ہے اور ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ؎

ما اہل حدیثیم دغا را نہ شناسیم
بہ حدیث نبی چون وچرا نہ شناسیم

اور اس کے بعد اگر کسی صحابی، امام، تابعی، بزرگ، ولی، قطب، ابدال یا بعد میں آنے والے کا قول اگر حدیث نبی کے مطابق ہو تو فبہا ۔ ورنہ وہ مردود تصور ہوگا۔ اور ایسے مطابق سنت اخذ کرنے کی صورت میں اصل بنی سنت نبوی ہی سمجھا جائے گا اور اس کی تائید وغیرہ محض اضافی و اتفاقی امر ہوگا۔

لیکن احناف مقلدین کے نزدیک بہر صورت اپنے پیشرو حضرات کی طرح حدیث نبوی کو تو ترک کیا جا سکتا ہے لیکن اپنی رائے یا قولِ امام کو ترک نہیں کیا جا سکتا جس کی تائید میں متعدد امثلہ پیش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی جا سکتی ہیں لیکن بخوفِ طوالت ہم اس مسئلہ میں اپنی طرف سے رائے زنی کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔ علامہ قرطبی کے ریمارکس جو انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے قول کے متعلق دیا ہے کو قارئین کی نظر کرنا بھی کافی سمجھتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ وہ فقہ حنفی کے مالہٗ وما علیہ کو اچھی طرح سمجھیں کہ تقلید کا اصل ہدف کیا ہے۔ علامہ قرطبی اس مسئلہ پر تفصیلی بحث لکھنے کے بعد رقمطراز ہیں:

"وهذا منه رد للكتاب والسنة واحداث ما لم يكن عليه امر الامة وذريعة الى دفع القصاص الذى شرعه الله للنفوس فليس عنه مناص" (قرطبی ص ۲۴۶ ج ۲)

یعنی امام حنیفہؒ کا یہ قول وفتویٰ کتاب وسنت کے رد کرنے کے مترادف ہے اور امتِ مسلمہ کے متفقہ فیصلے سے بغاوت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ازراہ شریعت جس قصاص کو انسانوں پر لازم کیا ہے اُسے ختم کرنے کا بہانہ ہے حالانکہ اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔

بہرحال ہم ازراہ تفصیل یہ بتانا چاہتے ہیں کہ متعدد اصحابِ علم کا بھی یہی خیال ہے کہ قصاص بالمثل ہوگا۔ امام بیہقی فرماتے ہیں۔

۱۔ اخبرنا..... انبانا اشياخنا الذين ادركوا النبي صلى الله عليه وسلم ان رجلا رمى رجلا بحجر فاقاده النبي صلى الله عليه وسلم به۔

۲۔ اخبرنا..... عن مرداس ان رجلا رمى رجلا بحجر فقتله فاتى به النبي صلى الله عليه وسلم فاقاده منه۔

۳۔ اخبرنا...... ان عبد الله بن مروان اقاد رجلا من رجل قتله بعصاً فقتله بعصاً۔ (سنن الکبریٰ ص ۴۳، ۶۲ ج ۸)

۴۔ عن اياس بن معاوية قال كل شئ يقتل فانه يقاد به نحو الحجر العظيم والخشبة العظيمة التى تقتل۔

۵۔ عن هشام بن عروة انه حدثه ان ابن الصهيب اخذ ابن الحاطب فضربه بخشبة معه حتى ظن انه قد قتله فذكر الحديث وانه مات منها وان الصهيبي دفع الى ولي حاطب فضربه بعصاً معه في الراس حتى تطايرت شئون راسه فمات وعروة بن الزبير جالس لا ينكره۔

۶۔ قال قتادة ان قتل بحجر قتل بحجر وان قتل بخشبة قتل بخشبة وهو قول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابان بن عثمان:

۷۔ عن میمون بن مہران ان یہودیا قتلہ مسلم بفھر فکتب میمون فی ذٰلک الیٰ عمر بن عبد العزیز فکتب الیہ عمر یامرہ بدفعہ الیٰ ام الیہودی فدفعہ الیہا فقتلہ بفھر۔

۸۔ قال مالک ان قتلہ بحجر او عصی او بالنار او بالتغریق قتل بمثل ذٰلک یکرر علیہ ابداً حتی یموت" (محلی ابن حزم ص ۳۷۱ ج ۱۰)

بہر حال ان آثار و روایات جیسی مصنف عبد الرزاق میں دوسری عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ متفق علیہ بات یہی ہے کہ قصاص بالمثل ہوگا۔ امام ابن حزم ان آثار کو نقل فرمانے کے بعد رقمطراز ہیں کہ:

"وبہ یاخذ مالک والشافعی وابو ثور واحمد بن حنبل واسحاق وابن المنذر واصحابہم وغیرہم" (محلی ص ۳۷۱ ج ۱۰)

حصولِ مقصد

اس کے علاوہ اگر عقلی طور پر بھی دیکھا جائے تو انسان کا طبعی تقاضا یہی معلوم ہوتا ہے کہ قاتل کو اسی طرح قتل کیا جائے جس طرح اس نے مقتول کو قتل کیا تھا۔ اور ولی قصاص کی تشفی جو کہ قصاص کا اصل مقصد ہے وہ اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے۔ علامہ عبد الرحمٰن الجزیری فرماتے ہیں:

"ولان المقصود من القصاص التشفی وانما یکمل اذا قتل بمثل ما قتل"

(الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۳۰۶ ج ۵)

لیکن نامعلوم ولی قصاص کو حق عفو سے اسی بنا پر محروم کرنے والے کہ اسے نابالغ یا مجنون کے حق کا اسقاط حاصل نہیں کیونکہ اسی طرح تشفی کا حصول ناممکن ہے۔ اس مقام پر حصولِ تشفی کی خاطر اس تمثیلی اقدام سے کیوں گریزاں ہیں۔ کیا محض مخالفت تو مقصود نہیں کما مر۔ بہر حال مے کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

شرعی موانع

شرعی موانع میں بعض نے از راہ معارضہ اگرچہ حدیث ہی یعنی "لا یعذب بالنار الا رب النار" کو بھی پیش کیا ہے جس کی توجیہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ یہ مکافاتِ عمل میں مانع نہیں بلکہ اقدامِ عمل میں مانع ہے جیسا کہ علامہ جزیری بھی مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"وحديث النهي عن المثلة محمول على من وجب قتله لا على وجه المكافأت" (الفقه على المذاهب ج۵ ص۳۰۶)

دوسرا مانع بعض نے لواطت کو شمار کیا ہے یعنی لواطت چونکہ نصاً حرام ہے لہٰذا اس کے ذریعے قصاص نہیں لیا جاسکتا۔ اور اسی طرح شراب کا مسئلہ ہے۔ علمائے جمہور ایسی صورت میں قاتل کو تلوار سے قتل کرنے قائل ہیں اور شوافع کے نزدیک اصول مماثلت کے تحت لواطت کا کام لکڑی سے اور شراب کا کام پانی سے لیتے ہوئے قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

"...... وهو قول الجمهور ما لم يقتله بفسق كا للوطية واسقاء الخمر فيقتل بالسيف وللشافعية قول انه يقتل بذلك فيتخذ عود على تلك الصفة ويطعن به في دبره حتى يموت ويسقى عن الخمر ماء حتى يموت"

(تفسیر قرطبی ج۵ ص۳۵۸)

اس مقام پر جمہور کا مذہب اس وجہ سے صحیح معلوم ہوتا ہے کہ لواطت کی حد تو مقرر ہے لہٰذا اسے وہی سزا دی جائے گی۔ علامہ جزیری فرماتے ہیں۔

"اما لو ثبت اللواط بأربعة شهود فيكون حده الرجم بالحجارة حتى يموت وكان غير محصن"۔ (الفقہ علی المذاہب ج۵ ص۳۰۷)

اور جہاں تک شراب کا تعلق ہے وہ چونکہ نص صریح سے حرام ہے لہٰذا ایسے شخص کو کثرت سے پانی پلا کر ختم کیا جائے گا۔

اس کے علاوہ ایک مانع جادو کو بھی سمجھا گیا ہے چنانچہ یہاں بھی عدم مماثلت کے تحت جمہور کا قول ہی راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کی بھی حد معلوم و متعین ہے جس سے اصل مقصد حاصل ہو جاتا ہے علامہ جزیری فرماتے ہیں:

"وكذلك بالسحر وثبت عليه بالبينه او اقرار فيتعين قتله بالسيف ولا يلي بفعل السحر مع نفسه حتى يموت لان الامر بالمعصية معصية"

(الفقہ علی المذاہب ج۵ ص۳۰۷)

ان موانع کے علاوہ بعض نے کثرت طعام، بھوک، پیاس وغیرہ کو بھی شامل کیا ہے اور ایسی صورتوں میں بعض نے کہا ہے کہ ان کو تلوار ہی سے قتل کیا جائے گا۔ وللتفصيل الفقہ علی المذاہب للجزیری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(تفسیر قرطبی) - واللہ اعلم

ایک مفروضہ

قاضی صاحب موصوف نے اپنے زورِ قلم سے ایک مفروضہ کے ذریعہ بھی احناف کے موقف کو مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ فرماتے ہیں "کہ ممکن ہے تلوار کے علاوہ قصاص لینے کی صورت میں ایک دفعہ سے قتل نہ ہو تو پھر دوبارہ وار کیا جائے گا۔ یعنی متعدد ضربات وجود میں آئیں گی اب اگر ایک ضرب کے بعد مجرم کو ترک کر دیا جائے تو قصاص ممکن نہ ہوگا اور بصورتِ دیگر مماثلت قائم نہ ہوگی اور تعدی ہوگی۔ حالانکہ موصوف کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جو معارضہ انہوں نے جمہور کے مسلک کے ضمن میں تعددِ ضربات کا پیش کیا ہے وہی معارضہ قصاص بالسیف کی صورت میں متحقق ہو سکتا ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص نے گولی یا پتھر وغیرہ سے قتل کیا تو قصاص میں اسے تلوار سے قتل کرنے میں مماثلت نہ ہوگی اور ممکن ہے کہ تلوار سے قتل کرنے کی صورت میں نقصِ آلہ یا قصورِ جلّاد کی وجہ سے وہ ضربِ واحد میں قصاصاً قتل نہ ہو سکے تو بھی خون بغیر بدلہ کے رہ جائے گا یا تعددِ ضربات معرضِ وجود میں آئیں گی۔ فما کان جوابکم فھو جوابنا۔

شرعی ہدایت

موصوف نے اپنی تحریر میں بڑے پُر فریب الفاظ میں کہا ہے کہ شرعی ہدایت بھی ہے کہ جانور کو آسان طریقہ سے قتل کیا جائے اور آلہ قتل کو اچھی طرح درست کر لیا جائے لیکن اس مقام پر مذکورہ حدیث سے استدلال خود فریبی کے مترادف ہے کیونکہ واضح ہے کہ اس حدیث کا محمل اور مابہ النزاع مسئلہ میں بُعد المشرقین ہے اور اس بات کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عمل یہودی کے ساتھ کیا اس کا کیا حکم ہوگا؟ اسی طرح وفدِ رعل و ذکوان کے متعلق سلوک پر کیا فتویٰ ہے؟ اور رجم کی سزا بھی کیا اس شرعی ہدایت کے منافی نہ ہوگی؟ نیز موصوف "الیصلبون" کے تحت پھانسی کی جو تعریف رقم فرما چکے ہیں کیا وہ بھی اس شرعی ہدایت کا تقاضا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ صرف قولِ امام کو صحیح اور راجح ثابت کرنے کی ناکام و مذموم کوشش ہے ورنہ اس سے قطع نظر اگر مقتضائے شریعت اور قرآنی سیاق و سباق کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اصل منتہائے احسان یہ ہے کہ اسی طرح بدلہ لیا جائے چنانچہ امام حزم فرماتے ہیں:

"وھذا صحیح وغایۃ الاحسان فی القتلۃ ھو ان یقتلہ بمثل ما قتل ھو وھذا ھو عین العدل والانصاف والحرمات قصاص" (محلی ج ۱۰ ص ۳۷۵)

اور بالخصوص جب موصوف خود تلوار جیسے آہنی آلہ کو قصاص میں آلۂ قتل تسلیم کرتے ہیں تو پھر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شرعی ہدایت کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔

قولہ اکراہ تام میں فعل جبر کرنے والے کی طرف ان تمام صورتوں میں منسوب ہوگا جن کے اندر مجبور شخص صرف ایک آلہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہو اور جن کے اندر صلاحیت نہ رکھے ان صورتوں میں فعل مجبور کی طرف منسوب ہوگا یعنی جماع اور اقوال کے اندر مجبور آلہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اس لیے کہ کوئی دوسرے کے منہ سے کلام نہیں نکلوا سکتا۔ (دفعہ ۱)

اقول دراصل موصوف کو اکراہ تام وغیرہ کی تعریف سے مغالطہ ہوا ہے ورنہ ہر ایک جانتا ہے کہ اکراہ کا تحقق جماع اور کلام میں بھی ممکن ہے ورنہ اکراہ کی اصطلاح ختم کرنا ہوگی اور کسی کے ہاتھ سے کوئی قتل اور چوری وغیرہ کیسے کروا سکتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر یا مبسوط الایضاح اور الوافی وغیرہ میں اکراہ کی جو تعریف کی گئی ہے ان میں یہ لفظ مشترک ہے کہ:

"واما فی اصطلاح الفقهاء فقد ذکر فی المبسوط ان الاکراہ اسم لفعل یفعله المرء بغیرہ فینتفی به رضاہ او یفسد به اختیارہ من غیر ان ینعدم به الاهلية فی حق المکرہ" (فتح القدیر ج ۷ ص ۲۹۲)

اس عبارت میں خط کشیدہ الفاظ خصوصی توجہ کے محتاج ہیں کہ اس تعریف کے پیش نظر جماع و اقوال میں جب انتفاء رضا یا فسد اختیار بغیر انعدام صلاحیت کے ممکن ہو تو ان پر اطلاق اکراہ یا اس کا تحقق کیوں ناممکن ہے؟ اور خود قاضی صاحب اس تعریف کی یوں ترجمانی فرماتے ہیں۔ "اکراہ تام ہو یا ناقص اس سے مجبور کی رضا ختم ہو جاتی ہے"

علاوہ ازیں اقوال کے سلسلہ میں ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ کلام الٰہی میں بھی اکراہ کا اطلاق ہوا ہے۔ یعنی "ومن اکرہ وقلبه مطمئن بالایمان"۔ اس آیت کے عموم کا بھی یہی تقاضا ہے غالباً اسی وجہ سے علامہ ابن الہمام حنفی نے اس آیت کو بطور استشہاد پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ:- "وان اکرہ علی الکفر باللہ تعالیٰ والعیاذ باللہ او سب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بقید او حبس او ضرب لم یکن ذلك اکراها حتی یکرہ بامر یخاف منه علی نفسه وعلی عضو من اعضائه" (فتح القدیر ج ۷ ص ۲۹۹)

موجب اکراہ کی تفریق تو یہاں اگرچہ ناقابل فہم ہے تاہم دیکھنا یہ ہے کہ کیا کفر کا اطلاق قول پر بھی ہوتا ہے یا نہیں اور اسی طرح کیا سب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی قول کے علاوہ تحقق پذیر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یقیناً اس کا جواب حب اثبات ہی ہے جیسا کہ موصوف نے دفعہ ۱۳ میں تسلیم کیا ہے تو پھر موصوف کا یہ کہنا کہ انزال میں نسبت مجبور کی طرف ہوگی علمی بے مائیگی ہی کا مظہر ہوگا۔

اور دوسری صورت یعنی جماع میں اگرچہ آلۂ تناسل کا انتشار و استادگی مشعر بالرضا ہے لیکن یہ بھی محض سطحیت ہے اور یقیناً عدم رضا کی شرط بالشق بھی تعریف اکراہ میں اس قسم کے سطحی ذہن کے اطمینان کے لیے رکھی گئی ہے لیکن موصوف کے وسعتِ مطالعہ پر آپ جتنی داد دیں کم ہے کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اکراہ علی الجماع کی ایک صورت میں تو تمام کا اتفاق ہے جس کی نسبت سلطان کی طرف ہوگی۔ البتہ غیر سلطان میں اختلاف ہے لیکن اس میں بھی صرف امام ابوحنیفہؒ ہی منفرد ہیں۔ چنانچہ علامہ عبد الرحمٰن الجزیری اس تفصیل کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ومن اكرهه السلطان حتى زنا بامرأة فلا حد عليه لأن السبب الملجي الى الفعل قائم وهو قيام السيف وكذا المرأة المكرهة لا تحد بالاجماع فان حصل الاكراه من غير سلطان اختلف فيه .... الشافعية والمالكية والحنابلة والصاحبان قالوا لا يقام الحد على المكره بغير سلطان.

(الفقه على المذاهب ج ۵ ص ۱)

یعنی ائمہ ثلاثہ کے علاوہ امام محمد اور قاضی ابو یوسف کے نزدیک بھی امور بالا میں اکراہ متحقق و معتبر ہوگا۔

قولہ اکراہ ناقص سے وہ اکراہ مراد ہے جس میں قتل نفس، قطع عضو یا اعضاء یا کل مال لینے سے کم درجہ کی دھمکی دی گئی ہو اور ایسی صورت میں عمل کرنے پر حد مجبور پر ہوگی اور جابر کو محض تعزیری سزا ہوگی"۔ (دفعہ ۱۱)

اقول کیا دو تہائی مال پر اکراہ کا اطلاق نہ ہوگا! تحفظ عزت بھی اکراہ ناقص کے تحت غیر معتبر ہوگا؟ حبس دوام بھی اکراہ کے دائرے میں شامل نہیں؟ اور کیا ضرب شدید سے بھی اکراہ تام کا تحقق ممکن نہیں؟ اور کیا ان کا غم اضطرار کو واجب نہیں کرتا؟ علاوہ ازیں موصوف فرماتے ہیں "اکراہ کی یہ قسم ان امور میں موثر ہوگی جو رضا پر موقوف ہیں"، حالانکہ جب موصوف ہی کے اعتراف کے مطابق اکراہ ناقص سے بھی رضا معدوم ہو جاتی ہے تو پھر اس نوٹ کا کیا مقصد باقی رہ جاتا ہے؟

اکراہ سے اباحت اس چیز میں اختلاف نہیں کہ اکراہ سے محرمات کی اباحت بھی مشعر ہوتی ہے کہ "الا من اکرہ" اور "الا ما اضطررتم الیہ" کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الفاظ کا یہی تقاضا ہے۔ قاضی موصوف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایسی اباحت پر عمل نہ کرے تو گنہگار ہو گا یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کی رخصت کو قبول نہیں کیا۔ اور اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ (ملخصاً)

لیکن یاد رہے یہاں مسئلے کی صورت ارتکاب اباحت اور عزیمت کے انتخاب سے متعلق ہے چنانچہ اگر کوئی شخص ارتکاب اباحت کرتا ہے تو بھی درست اور اگر کوئی عزیمت و استقلال کا مظاہرہ کرتا ہے تو اسے گنہگار کہنا یقیناً گنہگار ہونے کے مترادف ہے کہ ایسی صورت میں ان صحابہ و ائمہ رضوان اللہ علیہم کے متعلق کیا خیال ہو گا، جنہوں نے ارتکاب اباحت پر عزیمت کو ترجیح دی۔ اس موقعہ پر موصوف نے غیر شعوری طور پر صحابہ کرام کی گستاخی کا ارتکاب کیا ہے جس پر انہیں معافی مانگنی چاہیے۔

علاوہ ازیں موصوف تشریح ۲ میں خود فرماتے ہیں جرائم پر اکراہ کے مقابلے میں عزیمت کا مظاہرہ کرنا چاہیے کیونکہ کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے سے بہتر ہے کہ خود کو خاطر پیش کر دیا جائے۔ حالانکہ وہ بھی ارتکاب اباحت میں شامل ہے۔ اور پھر کیا فرماتے ہیں قاضی باغ بیچ اس مسئلہ کے کہ اگر کسی شخص کو مجبور کیا جائے کہ تم فلاں معین شخص کو قتل کرو۔ لیکن وہ اس کے قتل کے عوض اپنے آپ کو قتل کر لیتا ہے (آپ کے ارشاد کے مفہوم کے مطابق) کیا وہ شہید ہو گا یا خودکشی کا مرتکب۔ بینوا توجروا۔

قولہ مجبور مقتول مورث کی وراثت سے محروم نہ ہو گا اور جابر محروم ہو گا اور یہ اختلاف مذکورہ اختلاف کی نسبت پر مبنی ہے۔ (ملخص دفعہ ۱۳)

اقول جب یہ بات نصاً ثابت ہو چکی ہے کہ اکراہ کی صورت میں نسبت فعل جابر کی طرف ہو گی تو یقیناً مجبور محروم از وراثت نہ ہو گا اور جابر کی طرف تحقق نسبت کی بنا پر وہ شرعاً وراثت مقتول سے محروم ہو گا۔ کیونکہ موانع وارث میں یہ بھی شامل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"من قتل قتیلا فلا یرثه وان لم یکن له وارث غیرہ وان کان والدہ او ولدہ فلیس للقاتل میراث"۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں :۔

"اجمع اھل العلم علی ان قاتل العمد لا یرث من المقتول شیئا..."

(مغنی ج ۱۶۱/۶)

اور قتل خطاء میں بھی جمہور کا یہی مسلک ہے چنانچہ موصوف فرماتے ہیں :۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"فاما القتل خطأً فذهب کثیر من اھل العلم الیٰ انہ لایرث ایضًا نص علیہ احمد ویروی ذٰلک عن عمر و علی و زید وعبد اللہ بن مسعود وعبد اللہ بن عباس وروی نحوہ عن ابی بکر رضی اللہ عنھم وبہ قال شریح و عروۃ وطاؤس وجابر بن زید والنخعی والشعبی والثوری وشریک والحسن بن صالح ووکیع والشافعی ویحیٰی بن اٰدم واصحاب الرایٔ"

(مغنی ج ۶ ص ۱۶۱)

اس کے بعد موصوف فرماتے ہیں کہ ہر قتل جو بغیر حق کے ہو وہ مانع ارث شمار ہوگا۔ ان کے الفاظ ہیں:۔

والقتل المانع من الارث ھو القتل بغیر حق وھو المضمون بقود اودیۃ اوکفارۃ کالعمد وشبہ العمد والخطأ وما جری مجری الخطأ" (ایضاً)

اس بحث کی تفصیل اور مانع ارث کی حیثیت سے جزوی اختلاف کی وضاحت اپنے مقام پہ بیان ہوگی۔ انشاء اللہ العزیز۔

تصنیفات للامام ابن قیمؒ

اعلام الموقعین۔ مدارج السالکین، حادی الارواح الیٰ بلاد الافراح، اغاثۃ اللہفان، طریق الہجرتین و باب السعادتین، تحفۃ الورود فی احکام المولود، الجواب الکافی لمن سال عن الدواء الشافی ——

مجمع الزوائد، سبل السلام، الترغیب والترہیب، نیل الاوطار، تفسیر در منثور، تفسیر جامع البیان، تفسیر فتح القدیر، ابن کثیر، الخازن مع المدارک، الطبقات الکبریٰ لابن سعد۔ الملل النحل، الدر المختار، المحلی لابن حزم بتحقیق احمد شاکر۔ الدین الخالص، کشف المغطا عن کتاب الموطا للنواب صدیق الحسن خان، نور الہدایہ شرح الوقایہ لوحید الزمان، شرح المنار المسمٰی بنور الانوار، سیرۃ النبوی لابن ہشام، مظاہر حق شرح مشکوٰۃ اردو۔

آپ اپنی کوئی کتاب بیچنا چاہیں تو ہمیں یاد فرمائیے

عبدالرحمٰن عاجز۔ رحمانیہ دار الکتب امین پور بازار فیصل آباد۔ فون 32916

© rasailojaraid.com